Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 30,Issue:01 .(January-July) 2023
Published by:Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

تفسیر ملا علی قاری: تعارفی، تجزیاتی و اسلوبیاتی مطالعہ

Tafsir Mullah Ali Qari: Introductory, Analytical and Stylistic Study

Dr. Hafiz Muhammad Hassan
Lecturer, Govt. Islamia Graduate College Sargodha Road Faisalabad
hsnprince786@gmail.com
Prof. Dr. Humayun Abbas Shams
Dean Faculty of Islamic & Oriental Learning G.C.University Faisalabad
drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Tafseer (Commentary) is the attempt to reach the divine meaning with the word of Quran. In this process, thinkers have been trying from the age of the Prophet (P.B.U.H) to the present time. **Mullah Ali Qari Alhravi**, a person of an extraordinary importance in the study of Hadith, is a renowned figure in learned community. Generally, you are known as a specialist of Hadith science with reference to your famous works, annotation of Mishkaat-ul-Masabeeh, Mirqaat-ul-Mafateeh and Al-Maudua'at. While you are also noticeable in Quranic Sciences.. He, along with study of Hadith, also worked on Tafseer of the Holy Quran. This tafseer is a great treasure house of apparent and hidden meanings. This is a fine example of **Tafseer Bil_mathoor** and **Bil_Ray_Mahmood (Ishari).** Along with the Holy Quran, the Hadith, sayings of Sahaba and Tabaeen, and the sayings of great ancient scholars and Sufis are also qouted in it. Your scholarly endeavour shows a clear glimpse of sufisim, dictionary, recitation, word, literature, jurisprudence, rhetoric. Which is nowhere to be seen colliding with artifacts . In this article, the methods and styles of multifaceted interpretation will be revealed.

Key Words . Tafseer Bil_mathoor and Bil_Ray_Mahmood (Ishari), Mirqaat-ul-Mafateeh and Al-Maudua'at , sufisim ,Tafseer Mulla Ali Qari(Anwar Ul Quran wa Asrar Ul Furqan).

تعارف:

مصدق لمابین یدیہ کا مصداق، قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ کتاب قرآن مجید فرقان حمید امت کی تربیت و نگہداشت کے لیے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی جو کہ ہم تک بغیر کسی شبہ کے تواتر سے پہنچی۔ خیر امت میں سے ایک بڑا گروہ اس متحیر العقول و معجز کلام کے دقیق معانی کو عہد رسالت سے مبرہن کرنے کے درپے ہوا۔ صحابہ و تابعین سے نہ رکنے والا یہ سلسلہ امروز پوری آب و تاب سے جاری ہے۔ آج بھی لوگ اعزازاً اس وحی الہی کی تفہیم اور اس سے کسب فیض میں نہ صرف زندگیاں صرف کرتے ہیں بلکہ اس کو سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔

ہرات کے باسی امام علی قاری المعروف ملا علی قاری[1] نے بھی تفسیری ادب میں حصہ ڈالا ہے۔ شیخ ملا علی قاری کو عام طور پر آپ کی مایہ ناز تصنیف الموضوعات اور مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ کی بدولت شہرتِ دوام حاصل ہے۔ آپ کو صاحب مرقاۃ کہہ کر ہی پکارا جاتا ہے۔ لیکن آپ کی قرآنیات میں خدمات کس قدر عمیق اور اہم ہیں اس بات کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا سب سے عظیم شاہکار آپ کی تفسیر "انوار القرآن واسرار الفرقان" ہے جو کہ بشکل مخطوط قاہرہ، دمشق اور استنبول کے کتب خانوں سے دریافت ہوئی ہے۔ جس کو "دکتور ناجی السوید" کی تحقیق و تنقیح کے بعد "دار الکتب العلمیہ بیروت" سے 2015 میں شائع کیا گیا، یہ تفسیر عربی زبان میں مکمل 30 پاروں اور پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں مختلف مخطوطات کے مختلف حصوں سے خاکہ جات کو آویزاں کیا گیا ہے۔

ملّا علی قاری الہروی الحنفی نے اس تفسیر کا نام "انوار القران واسرار الفرقان الجامع بین اقوالِ العلماءِ الاعیان واحوالِ الاولیاءِ ذوی العرفان" رکھا۔ اس کے نام سے ہی واضح ہو رہا ہے کہ اس تفسیر میں صاحبان علوم وفنون علماء اور ذوی العرفان والطریقت اولیاء کے اقوال سے استشہاد کیا گیا ہے۔ اس طریق سے یہ تفسیر قرآن کا نور اور واضح و فیصل اسرار و رموز پر مشتمل ہے ،اس طرح نفس الامر میں واقعی "انوار القران واسرار الفرقان" ہے۔ تاہم عمومی طور پر اس کو "تفسیر ملّا علی قاری" کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

جس طرح ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی شخصیت اپنے فہم وبصیرت، علمی رسوخ، اصابت رائے اور تحقیقی شعور کے اعتبار سے اپنے عہد میں ممتاز نظر آتی ہے اسی طرح آپ کی یہ تفسیر بھی صوفیانہ تفسیری ادب میں بالکل منفرد اہمیت کی حامل نظر آتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے بہترین شارح حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مفسر بھی تھے۔ چنانچہ ہر مفسر کے سامنے ایک ہدف ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ تفسیر جیسے عظیم کام میں مصروف عمل ہوتا ہے۔ مفسر علیہ الرحمۃ نے اس تفسیر کے مقدمہ میں اپنے اس ہدف و مقصد کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کا فرمان پڑھا کہ

نزل القرآن علی سبعة احرف لکل اية ظهر وبطن ولکل حرف حد و مطلع[2]

قرآن کو سات قرأت پر نازل کیا گیا، ہر آیت کا ظاہر بھی ہوتا ہے اور باطن بھی۔

اس کے علاوہ امام جعفر صادق کا فرمان کہ کتاب اللہ، چار چیزوں عبارات، اشارات، لطائف اور حقائق پر مشتمل ہے۔ عبارات عوام کے لیے، اشارات خواص کے لیے، لطائف اولیاء کے لیے اور حقائق انبیاء کے لیے ہیں۔

پس اسی حدیث اور فرمان کے پیش نظر میں نے معاصر تفاسیر کو دیکھا۔ ان میں ظواہر اور عبارات کی حد تک تو اہتمام کیا گیا لیکن باطنی مفاہیم، اشارات، اور لطائف و حقائق کو خاص اہمیت نہیں دی گئی۔ چنانچہ میرے دل میں خیال آیا کہ تفسیر قرآن میں جو پہلو تشنہ رہ گیا اس کو اجاگر کیا جائے۔ لہٰذا میں نے اس امر میں سعی کرتے ہوئے تفسیر اشاری کا اہتمام کیا۔[3]

تفسیری رجحان:

تفسیر ملا علی قاری میں غوطہ زن ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسر علیہ الرحمۃ قرآن وسنت سے استشہاد اور اقوال صحابہ و تابعین سے استناد کرتے ہوئے ماثورہ اسالیب کے ساتھ ساتھ تفسیر بالرائے کے ادبی، بلاغی، لغوی، فقہی اور اشاری اسالیب اپناتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس تفسیر میں صوفیانہ / اشاری پہلو غالب ہے لہٰذا اس کو تغلیباً تفسیر اشاری کہا جاسکتا ہے۔ مزید براں چونکہ تفسیر اشاری، تفسیر بالاشارۃ کی مجوزہ شرائط کے تحت بیان کی گئی ہے اس لیے اس کو تفسیر بالرائے محمود میں شمار کیا جائے گا۔

تفسیر ملا علی قاری کے ماخذ و مصادر:

بلاشبہ یہ تفسیر بیش قیمت علمی سرمایہ ہے۔ ملا علی قاری نے دوران توضیح جن کتب سے استفادہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تفاسیر:

علامہ علی قاری نے صوفیانہ و دقیق تفسیر کے سلسلے میں

1۔ تفسیر تستری از امام سہل تستری (۲۸۳ھ م)

2۔ تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن از امام شیخ روزبہان بقلی (۶۰۴ھ م)

3۔ تفسیر السُلمی از امام محمد بن حسین السلمی (۴۱۲ھ م)

4۔ تفسیر لطائف الاشارات از امام عبد الکریم بن ہوازن القشیری (۴۶۵ھ م) پر اعتماد کیا۔

جبکہ ظاہری و عرفی تفسیر کے سلسلے میں

8۔ معالم التنزیل از حسین بن مسعود البغوی 510ھ م

9۔ الکشاف از محمود بن عمر الزمخشری 538ھ م

10۔ مفاتیح الغیب از محمد بن عمر الرازی 606ھ م

11۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل از عبد اللہ بن عمر البیضاوی 685ھ م

12۔ مدارک التنزیل از عبد الله بن محمودالنسفی 710 ھ م

13۔ تفسیر القرآن العظیم از ابن کثیر 714 ھ م

14۔ البحر المحیط از ابی حیان محمد بن یوسف اندلسی 745ھ م

15۔ غرائب القرآن و رغائب الفرقان از نظام الدین حسن نیشاپوری 849ھ م پر اعتماد کیا ہے۔

احادیث:

1، 2۔ مسند، مُصنف ابن ابی شیبہ از ابو بکر عبد اللہ بن محمد 235ھ م

3۔ مسند احمد از امام احمد بن حنبل 241ھ م

4۔ صحیح بخاری از محمد بن اسماعیل 256ھ م

5۔ صحیح مسلم از مسلم بن حجاج 261ھ م

6۔ سنن ابن ماجہ از محمد بن یزید 273ھ م

7۔ سنن ابو داؤد از سلیمان بن اشعث 275ھ م

8۔ جامع ترمذی از محمد بن عیسی 279ھ م

9۔ سنن النسائی از احمد بن شعیب 303ھ م

10۔ صحیح ابن خزیمہ از ابو بکر محمد بن اسحاق السلمی النیشاپوری 311ھ م

11۔ صحیح ابن حبان از محمد التمیمی 354ھ م

12۔ سنن الدار قطنی از علی بن عمر 385ھ م

13۔ المستدرک للحاکم از محمد بن عبد اللہ 405ھ م

14۔حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء از احمد بن عبد اللہ الاصبہانی 430ھ م

15-16۔ سنن وشعب الایمان احمد بن حسین البیہقی 458ھ م

کتب قراءت:

1۔ التیسیر فی القرات السبع از ابو عمر عثمان الدانی 444ھ م

2۔ الحرز الامانی ووجہ التھانی فی القرات السبع از، ابو القاسم بن فیرہ الشاطبی 590ھ م

3۔النشر فی القرات العشر از امام ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد بن علی الجزری، الشافعی 833ھ م

اخلاق وتصوف:

1۔رسالہ قشیریہ از امام عبد الکریم بن ہوازن القشیری (۴۶۵ھ م)

2۔کشف المحجوب از عثمان بن علی ہجویری 464ھ م

3۔احیاء علوم الدین از امام محمد بن محمد غزالی 505ھ م

مذکورہ بالا مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاری نے تمام بنیادی مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ متقدمین کو اپنی توضیحات میں مرکزی اہمیت دی ہے۔ مذکورہ مصادر سے ہی بادی الرائ اس تفسیر کی قدر و منزلت واضح ہے۔

منہج واسلوب:

☆ تفسیر انوار القران میں ملا علی قاری نے ابتداء سے انتہاء تک تحقیقی اسلوب اختیار کیا ہے۔

☆ بیشتر مقامات پر استشہادی وتجزیاتی اسلوب اختیار کیا ہے۔

☆ماثورہ اسلوب کی رعایت کرتے ہوئے آیت کی توضیح میں ملا علی قاری معروف ومتداول منہج اپناتے ہیں۔ تفہیم مطالب میں سب سے پہلے قرآن سے استشہاد کرتے ہیں، پھر بالترتیب احادیث مبارکہ واقوال صحابہ وتابعین سے استشہاد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن:

تفسیر قرآن کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے کی جائے۔ ملا علی قاری توضیح مطالب میں ترجیحی بنیادوں پر "انما القرآن یفسر بعضہ بعضا" کے نظریہ پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔

تفہیم مطالب میں اگر ایک مضمون کی کئی آیات ہوں تو سب کو یکجا کر کے مشترک مفہوم بیان کرتے ہیں۔ مضمون سے متعلقہ تمام مستحضر آیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیت کا معنٰی اخذ کرتے ہیں۔ آیت کی مراد اور وضاحت جب دوسری آیت قرآنیہ سے ہو رہی ہو تو اپنے کلام کو موقوف کرتے ہوئے براہِ راست آیت قرآنیہ پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ [4] کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس جنت کی تفصیل اس آیت میں مذکورہ ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ [5]

- وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ [6] کی توضیح میں رقمطراز ہیں:

عین ممکن ہے کہ یہ آیت مبارکہ اللہ رب العزت کے اس فرمان کی نظیر ہو :
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ[7] ” لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت ایک گمان پر کرتے ہیں۔اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو آزمائش آجائے تو منہ کے بل لوٹ جاتے ہیں۔دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھاتے ہیں۔“

- **يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ**[8] کی توضیح میں رقمطراز ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کا اس فرمان کے مطابق ہے : **هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ**[9] یہ وہ دن ہے جس میں نفس، کلام نہیں کرینگے اور نہ ہی معذرت کرنے والوں کو اجازت دی جائے گی۔

تفسیر القرآن بالحدیث:

قرآن مجید کی تفسیر کا دوسرا اہم ماخذ سنت ہے۔ تفسیر قرآن کے سلسلے میں ملا علی قاری قرآن کے بعد حدیث رسول کو ترجیح دیتے ہیں۔ ملا علی قاری اپنے محدثانہ ذوق کی تسکین کرتے ہوئے توضیح مطالب میں ایک مضمون سے متعلقہ تمام مستحضر احادیث کو بیان کرتے ہیں۔عرفی معنیٰ کی توضیح میں صحت حدیث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حدیث کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں صحاح ستہ سے ترجیحی بنیادوں پر حدیث ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ صوفیانہ مطالب کی تائید کے سلسلے میں صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ مفسرین صوفیہ (امام قشیری، ابونعیم، سلمی) پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی اتباع میں ان کی بیان کردہ احادیث کو بغیر کسی تردد ذکر کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حلیۃ الاولیاء، تفسیر لطائف الاشارات، تفسیر حقائق التفسیر پر اعتماد کرتے ہیں۔ کبھی مصدرِ حدیث کتاب کا ذکر کرتے ہیں، کبھی یہ اسلوب ترک کرتے ہوئے محض حدیث بیان کر دیتے ہیں۔عبارت کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے سند کے بغیر حدیث ذکر کرتے ہیں اور اکثر آخری راوی یعنی صحابی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہاں پر تفسیر القرآن بالحدیث کے کچھ نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

☆**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ**

بسم اللہ کی توضیح میں اسمِ اللہ کی معنویت پر وضاحت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: صوفیہ کے نزدیک "بسم اللہ" عاشقین کی تریاق ہے اس سے دنیا کے زہر اور آخرت کے مصائب دور ہوتے ہیں۔ میں (ملّا علی قاری) کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے[10]: بسم الله الذی لا یضر مع اسمه شئی فی الارض ولا فی السماء اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کی وجہ سے زمین و آسمان میں کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔[11]

☆ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ[12] کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ مضمون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں بھی ملتا ہے کہ من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ جو فسق و فجور سے باز رہا اور صحیح طور حج کیا وہ ایسے ہے جیسے دوبارہ پیدا ہوا۔[13]

* وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا14

رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے اور ان کے ساتھ ملا نہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: المرء مع من احب وقال انس فما فرح المسلمون فرحهم بهذا الحديث [15]" انسان اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔" اس پر حضرت انس نے فرمایا کہ مسلمان کبھی بھی اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا یہ حدیث سن کر خوش ہوئے تھے۔ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔[16]

تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین:

قرآن مجید کی تفسیر جب قرآن وسنت سے نہ ہو سکے تو اقوال صحابہ وتابعین پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ صنف ماثورہ کو پیش پیش رکھتے ہوئے ملا علی قاریؒ نے قرآن وحدیث کے بعد توضیح مطالب میں صحابہ وتابعین کے اقوال کو بھی ملحوظ رکھنے کی بھرپور سعی کی ہے۔

صحابہ میں حضرت ابن عباس، حضرت علی، ابن مسعود، عکرمہ سے بکثرت روایات ذکر کرتے ہیں جبکہ تابعین میں حضرت حسن بصری، قتادہ، مجاہد اور حضرت جعفر صادق سے روایات ذکر کرتے ہیں۔ صحابہ وتابعین کے مابین کسی لفظ یا آیت کی تفسیر میں اگر اختلاف ہو تو اپنا مختار اولاً ذکر کرنے کے بعد بقیہ اقوال کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اکثر اقوالِ صحابہ وتابعین کو سند کے بغیر بیان کرتے ہیں۔

- وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[17] کے تحت ملا علی قاری رقمطراز ہیں:

حدیث میں اتمام نعمت سے مراد، جنت میں داخل ہونا آیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اتمامِ نعمت اسلام پر موت واقع ہونا ہے۔[18]

بلاشبہ اسلام پر موت یہ نعمت کی ابتداء ہے۔ جبکہ جنت میں داخل ہونا اور دیدار الٰہی کا حصول نعمت کی انتہاء ہے۔ شاید حضرت مرتضیٰ نے دنیاوی نعمتوں کی نسبت سے اتمامِ نعمت اسلام پر موت کو قرار دیا ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اُخروی عنایات اور ابدی نتائج کو دیکھتے ہوئے دخولِ جنت کو اتمامِ نعمت شمار کر رہے ہوں۔ پس ہر ایک کی توجیہات وامثال بے شمار ہیں، لیکن مقصد ایک ہی ہے۔ پس اسلام پر موت یہ علم کے شہر کا دروازہ ہے جبکہ جنت میں داخل ہونا یہ علم کا شہر ہے۔[19]

- وَوَاعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً[20] کی وضاحت میں یوں کہتے ہیں، وہ راتیں ذوالقعدہ کے مہینے کی تھیں۔ ابن عباس، مجاہد، مسروق اور ابن جریج رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔[21]
- وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ[22]

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے اسلاف اس کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ دوبارہ زندہ ہونے کی ایک متعین معیاد کا علم صرف اللہ کو ہی ہے۔ وہی قیامت کبریٰ ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت میں پہلے کلمہ "اجل سے مراد وہ مدت ہے جو پیدا ہونے اور مرنے کے درمیان کی ہے اور دوسرے کلمہ اجل سے مراد وہ مدت ہے جو دوبارہ حساب کتاب کے لئے زندہ ہونے کے درمیان کی ہے۔ اسے برزخ کا زمانہ کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد سے نقل کیا گیا ہے کہ پہلے کلمہ " اجل" سے مراد دنیا کی عمر اور دوسرے سے مراد انسان کی عمر ہے۔[23]

تفسیر بالرائے کے اسالیب:۔

ملا علی قاری نے ماثورہ اسالیب کو اپنانے کے ساتھ ساتھ تفسیر بالرائے کا بھی اہتمام کیا ہے۔ تفسیر بالرائے کے سلسلے میں شیخ ملا علی قاری نے لغوی، ادبی، بلاغی، فقہی، کلامی اور صوفیانہ / اشاری رجحانات کا انتخاب کیا ہے۔ یہاں تفسیر بالرائے کے مندرجہ بالا بیان کردہ رجحانات کے متعلقہ جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

لغوی رجحان:

تفسیر انوار القرآن میں ملا علی قاری نے لغوی مباحث کو بیان کرنے کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا ہے۔ ملا علی قاری توضیح قرآن میں بعض مقامات پر لغوی استدلالات کو ناگزیر سمجھتے ہیں اور تفسیر قرآن، لغوی مفاہیم و بیان تراکیب کے تناظر میں کرتے ہیں۔

ملا علی قاری لغوی توضیحات کے تناظر میں اعراب و بناء، اسماء اور ان کے توابع، اقسام افعال، لازم اور متعدی کلمات، لفظ اور اس کے مدلولات کی توضیحات کرتے ہوئے قرآنی آیات کی تراکیب نہایت فنی اعتبار سے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ لغوی توضیحات کو فصحاء و بلغاء زبان و ادب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ لغوی توضیحات میں اگر ماہرین لغت کا اختلاف ہو تو اس کو بھی مبرہن کرتے ہیں۔

☆ **قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ**[24] کے تحت رقمطراز ہیں:

آپ کہیے جو جبریل کا دشمن ہے، پس وہ تو اپنے غیظ میں ہی مر جائے۔ "**فَلْيَمُتْ غَيْظًا**" شرط کا جواب محذوف اور مقدر ہے۔ "جبریل" جیم کے کسرہ و فتحہ دونوں طرح ہے۔ اسی طرح "راء" کے کسرہ و فتحہ دونوں طرح ہے جبکہ راء کے بعد ہمزہ آئے گا، اس طرح "جبرئیل" بن جائے گا۔ "باِذنِ اللہ" "نزّلہ" کے فاعل سے حال بدلتا ہے۔ "**وَهُدًى وَبُشْرَى**" یہ نزّلہ کے مفعول سے حال ہیں۔[25]

☆**أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ**[26] کے تحت لکھتے ہیں،

یہاں ہمزہ انکار کے لئے ہے جبکہ واؤ محذوف پر عطف کے لیے ہے تو جملہ یوں ہو گا" اکذبتم و عجبتم" کہ کیا تم جھٹلاتے ہو اور تعجب کرتے ہو؟ صاحب البحر فرماتے ہیں: یہ سیبویہ اور نحویوں کے کلام کے مخالف ہے اس لیے کہ ان کا اصرار ہے کہ واو اپنے بعد والے کو پہلے والے پر عطف کے لئے ہے جب کہ یہاں کوئی حذف نہیں ہے اور اصل میں یہ لفظ **وأَعَجِبْتُمْ** تھا چنانچہ ہمزہ، استفہام کے معنٰی لیتے ہوئے حرف عاطف "و" پر مقدم کر دیا تا کہ شروع استفہام سے ہو۔ زمخشری نے بھی جماعت کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔[27]

☆**اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ**[28] میں لفظ ولی کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ فعیل کے وزن پر ہے اور مبنی للفاعل ہے اس صورت میں معنٰی ہو گا" اللہ یتولیٰ امرھم "(اللہ ان کے معاملے کا نگہبان ہے)یا مبنی للمفعول ہے اس صورت میں معنٰی ہو گا" المؤمنون یتولون طاعتہ"(ایمان والے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی نگہبانی کرتے ہیں) اور یہ دونوں حق ہیں۔[29]

☆**وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا**[30] میں "یا بنی ارکب معنا" کی تعلیل کی، جمہور نے یاء کو کسرہ دیا تا کہ یائے محذوفہ کی اضافت پر دلالت کرے جبکہ اس مقام پر امام عاصم نے یاء کو فتحہ دیا اور بعض نے الف کے فتحہ پر اکتفاء کیا جو الف، یائے اضافت کے بدلے میں آیا۔ امام ابو عمرو، نے یاء کا میم میں ادغام کیا کہ یہ دونوں قریب المخرج ہیں۔ "معزل" اسم ظرف مکان "عزل عنہ" سے ہے۔[31]

ادبی رجحان:

ملا علی قاری کلام اللہ کی توضیح کے سلسلہ میں عربی ادب(اشعار) سے استدلالات ذکر کرتے ہیں۔ ملا علی قاری کا تفسیر قرآن میں ادبی رجحان اس قدر غالب ہے کہ شاید ہی کوئی ورق ایسا ہو جو شعری توضیحات سے خالی ہو۔ تفہیم مطالب میں جابجا بکھرے اشعار سے مفہوم نکھر کر چھلکتا نظر آتا ہے۔ موقع کی مناسبت سے مفسر اس طرح اشعار پیش کرتے ہیں کہ معنی کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔۔ ملا علی قاری اکثر اشعار کا انتخاب تفسیر قشیری و سلمی سے کرتے ہیں جبکہ کبھی کبھار قصیدہ بردہ اور قصیدہ شاطبیہ سے استدلال کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ملا علی قاری نے استشہاد بالا شعار الفاظ کی وضاحت / مفردات القران کے حوالہ سے نہیں کیا بلکہ مفہوم کو واضح کرنے کی غرض سے کیا ہے۔ یہاں چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

- **أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُوَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ**[32] کے تحت کفار کو جھنجھوڑتے ہوئے شعر پیش کرتے ہیں کہ تم مومنوں کو بے وقوف کہتے ہو؟

سوف ترى اذا انجلى الغبار
افرس تحتک ام حمار

"عنقریب تو دیکھے گا جب غبار اٹھے گا کہ تیرے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا ہے۔"[33]

- اسی طرح جب آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں نے **أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ**[34] کہا تو اس کے تحت شعر پیش کیا

اذاالحبیب اتی بذنب واحد
جاءت محاسنہ بالف شفیع

"حبیب جب ایک خطاء کے ساتھ آتا تو محاسن وخوبیاں اس کی ہزار سفارشی بن کر آجاتی ہیں"[35]

- **الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ**[36]

اُستاد قشیری کا میلان اس معنیٰ کی طرف ہے کہ فاصلے کے ساتھ طلاق کو مستحب اس لیے رکھا گیا کہ تا کہ جدائی میں جلدی و سرعت ثابت نہ ہو سکے۔ شاعر کہتا ہے:

قد تبینت ان عزمک قتلی فذرینی اضنی قلیلا قلیلا

"تحقیق واضح ہو گیا کہ تیرا مجھے قتل کرنے کا ارادہ ہے پس تو مجھے چھوڑ دے تا کہ میں تھوڑا تھوڑا ہو کر مر جاؤں"[37]

- **سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى**[38] کی توضیح میں رقمطراز ہیں۔ اسی طرف صاحب بردہ امام بوصیری نے اشارہ فرمایا:

سریت من حرم لیلا الی حرم
کما سری البدر فی داج فی الظلم

"آپ ایک حرم سے دوسرے حرم تک ایسے چلے جیسے چودھویں کا چاند سخت اندھیروں میں روشنی بکھیرتا ہوا چلتا ہے۔"[39]

بلاغی رجحان:

علم معانی کی رُو سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کلام کی مخصوص تراکیب سے کیا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ علم بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں قسم کی تراکیب اپنا مفہوم ادا کرنے میں واضح ہے یا پوشیدہ۔ علم بدیع کی رُو سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کلام کو پرکشش کیسے بنایا جاسکتا ہے۔

ان تینوں معانی، بیان اور بدیع کو علم البلاغت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ملا علی قاری قرآنی بلاغی پہلوؤں کو مبرہن کرتے ہوئے توضیح قرآن بلاغی انداز میں کرتے ہیں۔ملا علی قاری کی جہاں اپنی عبارت کمال ادبی دکھائی دیتی ہے نیز فصاحت وبلاغت سے مزین ہوتی ہے وہیں پر آپ قرآن کریم کے بلاغی مقامات کو نہایت شائستگی سے بیان کرتے دکھائی دیتے ہیں. بلاغی پہلوؤں کے متعلق علی قاری کی توضیحات پیش کی جاتی ہیں:

- وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا[40]

(اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ اللہ کے ماسوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور والدین کے ساتھ کثیر احسان کریں گے۔مکی، حمزہ اور کسائی قرآت میں "یعبدون" ہے جبکہ ان کے علاوہ خطاب کیساتھ "تعبدون" ہے۔"لا تعبدون" کہا جبکہ " لا تعبدو" فعل نہی لانا چاہیے تھا۔پھر معنی آیت کا یہ ہوتا کہ ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔لیکن فعل نہی کی جگہ فعل مضارع منفی لایا گیا، تو یہ قرآن کی کمال بلاغت ہے۔اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ سامع فوراً سے اس برائی سے رُکے گا جس کی اللہ نے شروع سے ہی اس میں رکے رہنے کی خبر دی ہے۔[41]

- وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ[42]

بعض عبارت میں غور وفکر کرنے والوں کا کہنا ہے کہ عبارت میں جو اعراب ایک دوسرے کے متضاد آرہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ(بلاغت کی اصطلاح)اطناب کی جگہ و مقام پر ہے۔اعراب میں عبارت کا مختلف ہونا اس سے بیان میں مزید وضاحت وفصاحت ظاہر ہوئی ہے۔"الْمُوْفُوْنَ" مرفوع ہے یعنی "همْ الْمُوْفُوْنَ" جبکہ الصّٰبِرِیْنَ وعدے پورے کرنے والوں کی تعریف وحالت بیان کر رہا ہے اس وجہ سے منصوب ہے۔[43]

مفسر ملا علی قاری، قرآنی تفسیر کے دوران قرآنی بلاغت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی کمال ادبی گرفت اور فصاحت و بلاغت کا اِظہار کرتے ہیں۔شیخ کے فصیح و بلیغ الفاظ کا چناؤ دیدنی ہوتا ہے۔سالک کو تنگی وعسرت کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

- وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ کے تحت فرماتے ہیں:

مَن ذَبَح نفْسه فِی الاَربعة مواضِع ،بِان قَطعَ را سَ حرصهَا منَ الدنیا فی مذبح التفرید،
وَقطع راس الْمِهامن ارادة حیَا تِها فی مصرعِ التجرِیْد ،وقطع راس رِیاسِتِها من الخلِق فی منحر التوحید،وقطع راس میلها الی الاخرة فِی مقتل التحقیق ،الْبِس الله روحَه اربَع لِبِاس فِی اربَع مقَام
والبسها لباسَ سناء الْمَعْرفة فِی مقام المکاشَفة ،والبَسهَا لباسَ صفاء المحْنة فِی مقَام الْمُشاهِدةِ
والْبَسها لبَاس ضیاء الوصلة فِی مقام القربة،ولبسها لباس الانوار الانانية فی مُقام الْمخُاطبَة

جس شخص نے چار جگہوں پر اپنے نفس کو ذبح کیا، بایں طور کہ دُنیاوی لالچ کے سر کو توحید کے ذبح خانے میں کاٹ ڈالا، نفس کے دنیاوی رنج والم کے سر کو توحید کے اکھاڑے میں کاٹ ڈالا، اپنے مخلوق سے تکبر وشہنشاہی کے سر کو توحید کے ذبح خانے میں کاٹ دیا اور آخرت سے دوری وٹیڑھے پن کو حق تعالیٰ کی مقتل گاہ میں کاٹ ڈالا، تو اللہ تعالیٰ اس کو خاص اپنی راحت کے جلوؤں کا لباس پہنائے گا۔اور یہ چار قسم کا لباس، چار مقامات پر پہنائے گا۔

بلند معرفت کا لباس کشف کے مقام پر پہنائے گا۔لطافت کا لباس، مشاہدہ کے مقام پر پہنائے گا۔

وصل کی روشنی کا لباس قرب کے مقام میں پہنائے گا۔اور واضح انوار و تجلیات کا لباس کشادگی و سلطانی سے متصف کر کے خطاب (حضوری) کے مقام میں پہنائے گا۔جو کوئی ایسی صفت کیساتھ متصف ہوا، پس وہ موت کی سختیوں سے کامیاب ہو گیا اور بقاء کی صفات کے ساتھ متصف ہو کر زندہ رہنے والا ہو گیا۔[44]

- وفیہ تنبیہ للسّالک انْ یفُوض امْرَہ فی جمیع احوالہٖ الیٰ مولاہ مِن تنزّل وترقی، وتجّمل وتحمل، وبسط وقبض، ورفع وخفص، ولُطف و قہر، وغنی و فقْر، و مِنحۃ ومنفعہ ومنقصۃ، وَشہْرۃ وعزلۃ ،وَکثْرۃوقلۃ ،و وفاء وجفاء ،وبقاء وفناء وسائر مقتضیات۔

اس میں سالک کیلئے تنبیہ ہے کہ وہ اپنے تمام احوال تنزلی و ترقی، آسانی و بوجھ، کشادگی و تنگی، بلندی و پستی، مہربانی و قہر، مالداری و فقیری، نفع و نقصان کی آزمائش، شہرت و بدنامی، قلت و کثرت، وفاء و جفاء، بقاء و فناء اور سارے جمالی صفات اور جلالی صفات حتیٰ کہ قرب و بُعد سب کو اپنے مولیٰ کے سپرد کر دے۔[45]

فقہی رجحان:

آیاتِ احکام سے استنباط مسائل تفسیر قرآن کا اہم موضوع ہے۔ ملا علی قاری آیات احکام کے تحت مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے فقہی مذاہب کو بیان کرتے ہیں۔ خود حنفی ہونے کی وجہ سے احناف کے نظریات کو ترجیحاً تفصیل کے ساتھ لغوی و قرآنی توجیہات سے مع الدلائل جبکہ دیگر مذاہب کو اجمالاً بیان کرتے ہیں۔

حنفی نقطہ نظر کو اکثر لفظ "عندنا" سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایجاز عبارت پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔ بایں طور کہ اختصار سے مسئلہ اور مختلف مذاہب بیان کر دیتے ہیں جہاں زیادہ تفصیل مطلوب ہو اس کو فقہ کی کتب کے حوالے کرتے ہوئے طوالت سے گریزاں رہتے ہیں۔ بسا اوقات مخالفین کے دلائل کا رد بلیغ کرتے ہوئے مذاہب حنفیہ کی تائید میں آثار نقل کرتے ہیں۔

- یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا[46]

فَلَا یَقۡرَبُوا" سے مراد ہے کہ وہ حج و عمرہ نہ کریں جیسے زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے، محض ان کا داخلہ منع نہیں ہے اور یہی مذہب احناف کا ہے۔ چنانچہ ہمارے احناف نزدیک ان کو مسجد حرام اور دوسری مساجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔

امام مالک نے باقی مساجد کو مسجد حرام پر قیاس کیا کہ مسجد حرام کی طرح دوسری مساجد میں بھی داخلہ منع ہے۔ مسجد حرام کے قریب جانے سے جو انہیں منع کیا یہ مبالغہ کیلئے ہے اپنے اس سال کے بعد براءت والے سال۔ اور وہ ۹ ہجری کا سال تھا جب ابو بکر صدیق کو حج کے موسم میں امیر مقرر کیا گیا تھا۔ بعض نے کہا حجۃ الوداع والا سال مراد ہے۔[47]

- وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا[48]

صلوٰۃ الخوف میں اسلحہ وغیرہ لینے کا حکم جمہور علماء کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ یہاں اختلاف کی تفصیل بیان نہیں ہو گی کیونکہ اس تفصیل کا مقام فقہ کی کتب ہیں۔[49]

اشاری رجحان:

تفسیر اشاری سے مراد هو تاويل آيات القرآن الكريم على خلاف ما يظهر منها بمقتضى اشارات خفية تظهر لارباب السلوك ويمكن التطبيق بينها وبين الظاهر المراده [50]

یعنی اصحاب سلوک پر ظاہر ہونے والے پوشیدہ اشارات کی بنا پر قرآن کی ایسی تفسیر بیان کرنا جو اس کے ظاہر کے خلاف ہو لیکن ظاہر و باطن میں جمع تطبیق ممکن ہو۔

تفسیر اشاری میں کن شروط کا پایا جانا ضروری ہے جس سے وہ قابل قبول ہو سکے-وہ شروط مندرجہ ذیل ہیں:

1- تفسیر اشاری قرآن کریم کی ظاہری نظم و ترتیب کے منافی نہ ہو۔ 2-کسی شرعی دلیل و برہان سے اس کی تائید ہوتی ہو۔

3-اس کا کوئی شرعی یا عقلی معارض نہ ہو۔

4-چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ دعویٰ نہ کیا جائے کہ صرف اشاری تفسیر ہی مراد ہے اور ظاہری معنی مراد نہیں-پہلے ظاہری معنی کا اعتراف ضروری ہے اس لیے کہ جب تک ظاہری معنی کی تعیین نہ کی جائے باطنی مفہوم تک رسائی ممکن نہیں۔ [51]

ملا علی قاری نے اپنی تفسیری مساعی میں ان شرائط کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ اگرچہ علی قاری کے مصادر میں وہی کتب شامل ہیں جن پر معاندین اعتراض کرتے ہیں لیکن علی قاری نے ان کے تطابق اور توافق کی راہ ہموار کرتے ہوئے ان سے استشہاد کیا ہے۔ ظاہری معنی بیان کرنے کے بعد تفسیر اشاری کے بیان میں ہمیشہ" افاد ، قیل" سے آغاز کیا تاکہ واضح رہے کہ اس سے یہ فکر بھی مراد ہے نہ کے صرف یہی فکر مراد ہے۔

سب سے زیادہ اس تفسیر ملا علی قاری میں (تفسیر قشیری) لطائف الاشارات پر اعتماد کیا ہے جو مقابل تفاسیر کے مقابلے میں نقد کی زد سے محفوظ رہی۔ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ تفسیر ملا علی قاری، تسہیل تفسیر قشیری ہے بایں معنی کہ کوئی ایک صفحہ بھی اقوال واستشہادِ امام قشیری سے خالی نہیں۔

صوفیانہ تفسیر کے انداز و اسلوب کی طرف نظر دوڑائیں تو پتا چلتا ہے کہ ملا علی قاری ہر آیت کی تفسیر میں امام قشیری کے اقوال کو لازمی ذکر کرتے ہیں بایں طور کہ امام قشیری کو ان کے نام سے پکارنے کی بجائے، اسلاف میں سے شیخ علی بن عثمان الھجویری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ م) کے طریقہ کے مطابق "اُستاد" کہہ کر پکارتے ہیں۔[52] بیان تفسیر میں "قال الاستاذ"، "افاد الاستاذ"،" مال الاستاذ" اور" مختار الاستاذ" کے الفاظ کیساتھ آیت کی وضاحت فرماتے ہیں۔ یہاں چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں۔[53]

☆جب آیت کی تفسیر ظاہری و معروف معانی پر ہو رہی ہو تو "قال الاستاذ" کا لفظ استعمال کریں گے

- مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا[54] کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

قال الاستاذ، هذا مثل ضرَبَہُ الله تعالٰى سبحانہ للِمُنا فِقین لمَن استوقدَ ناراً فی ابتداء لیلۃ ثمّ اطفِئَتْ۔

استاد نے فرمایا: یہ مثال اللہ منافقین کے لیے بیان فرماتا ہے بایں طور کہ انہوں نے ابتدائی رات میں آگ جلائی، پھر اس کو پھونک ماردی ۔ پس وہ آگ لگانے والا تاریکی میں ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح منافق ہیں، ان پر دنیا میں ظاہری عافیت ظاہر ہوتی ہے پھر آخرت میں دردناک انجام سے آزمائے جائیں گے۔[55]

☆جب آیت کی تفسیر پوشیدہ معانی و صوفیانہ طرز پر ہو رہی ہو تو "افاد الاستاذ" کا جملہ استعمال کرتے ہیں مثلاً

- وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ[56]

استاد نے فائدہ بیان فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ کن لوگوں نے تم میں سے خاص ہفتے کے دن میں شکار چھوڑنے کے معاملے میں حد کو تجاوز کیا۔ پس ہم نے ان کو کہا کہ تم ہمارے بنائے ہوئے دھتکارے و نامراد بندر بن جاؤ۔ اس اُمتِ محمدی ﷺ کا دِل مسخ ہوتا ہے (نہ کہ شکلیں)

۔جب بنی اسرائیل نے حکم کا اِنکار کیا اور جو ان پر شریعت لازم کی گئی تھی اس کی حقارت کی، تو ان کو ان کے دھنسانے اور مسخ کرنے والے عذاب نے آلیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی سختی والے معاملات کا نصوص میں ذکر آیا ہے۔ بہر حال اس اُمتِ محمدی ﷺ کو وعدہ توڑنے اور حدود پھلانگنے کی سزا دِلوں کو مسخ کر کے اور احوال کو تبدیل کرنے کے ذریعے سے دی جاتی ہے۔ (یاد رہے) دلوں والی سزائیں نفوس کی سزا سے زیادہ ہولناک ہوتی ہے۔[57] ایسا ہی اللہ کا فرمان ہے کہ

وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

ہم اِن کے دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتے ہیں گویا وہ پہلے کبھی ایمان ہی نہیں لائے۔[58]

☆جب کئی معانی میں سے کوئی معنیٰ راجح و بہتر معلوم ہو رہا ہو تو "مال الاستاذ اور مختار الاستاذ" کا جملہ استعمال کرتے ہیں

- الطلاق مَّرتان[59] کے تحت فرماتے ہیں
- وقد مَال الاستاذ الیٰ هذا المقَالْ حيْثُ قَالَ نُدبَ الٰی تفْريقِ الطلاق لئِلّا يَتسَارعُ اِلٰی تحقيْقِ الفِراق ۔

اُستاد کا میلان اس معنیٰ کی طرف ہے کہ فاصلے کے ساتھ طلاق کو مستحب اس لیے رکھا گیا کہ تا کہ جدائی میں جلدی و سرعت نہ ہو سکے۔

- اسی طرح افتطْمَعُونَ انْ يُومنو[60] کے تحت مختلف اقوال میں سے ایک منتخب فرماتے ہوئے کہا: وکان هذا القیل مختار الاستاذ۔

☆بہر کیف استاذ قشیری کا مختار قول نقل کرنے کے ساتھ مفہوم میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے بعض اوقات اپنی رائے بھی دیتے ہیں۔

- قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ[61]

نوح نے جواب دیا اے میری قوم مجھے کوئی ایسی گمراہی کا ذرہ بھی نہیں لگا جو وبال لانے والا ہو بلکہ میں تو رب العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر اور دین متین اور یقینی کامیابی کے راستے پر ثابت قدم رہنے والا ہوں۔جب نوح کو گمراہی کی طرف منسوب کیا گیا تو انھوں نے اس کا جواب خود اپنے کلام سے دیا کہ مجھے کوئی گمراہی نہیں لگے اور جب ہمارے نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کی گئی تو اسکا رد خود اللہ نے کیا اور فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى[62] کہ تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ ہی بھٹکے ہیں۔

چنانچہ بڑا فرق ہے کہ کوئی خود اپنی صفائی پیش کرے اور دوسرا وہ جس کی صفائی اسکا رب پیش کرے۔

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نوح طالب ہیں اور راستے کے مسافر ہیں اور ہمارے نبی منزل اور مراد ہیں۔[63]

- وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى[64] کے تحت کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ خوشخبری یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کی اولاد سے نبی پاک ﷺ کا ظہور ہو گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت اسحاقؑ کی بشارت تھی اور یہ بھی کہ حضرت اسحاق کی اولاد ہو گی اور وہ اپنی اولاد کو دیکھ کر پردہ فرمائیں گے۔ ہمارے استاد نے یہ توجیہ کی کہ اسحٰقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری تھی۔ جیسے آگے آیت میں وضاحت ہے ۔ بہر حال میرے خیال سے اس بات سے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں کی کہ اس مقام پر سارے قول مراد لے لئے جائیں۔[65]

- وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ[66]

استاد قشیری نے فائدہ بیان فرمایا: آیت بظاہر پہاڑوں کے بارے میں ہے جبکہ اس کا اشارہ اولیاء کی طرف ہے جو مصیبت میں مخلوق کی مدد کرتے ہیں۔ اولیاء اور نیک لوگ رب کی طرف جانے والے راستے ہیں جن کے ذریعے سالک ہدایت پاتا ہے اور ستارے آسمان میں ہوتے ہیں جن سے شیاطین کو بھی مارا جاتا ہے اور ولی اللہ زمین کے ستارے ہوتے ہیں اسی طرح علماء، آئمہ، توحید و دین بھی کفار و ملحدین کے لئے مار ہیں۔ میرے (علی قاری کے) خیال سے ان دونوں (آسمانوں کے ستارے اور زمین کے ستارے) میں فرق یہ ہے کہ ایک کے ذریعے دنیا کے راستے طے ہوتے ہیں جبکہ دوسرے کے ذریعے رب تعالیٰ کے قرب کی طرف راہ ملتی ہے۔[67]

توضیح مطالب میں اصطلاحات صوفیہ کا ورود:

صاحبِ مرقاۃ شیخ ملاّ علی قاری کا یہ عظیم شاہکار اپنی مثال آپ ہے۔ جناب مفسر اکثر دقیق اشاری بحث، اصطلاحاتِ صوفیہ میں کرتے ہیں مثلاً وقت، غین، رین، حال، جمع الجمع وغیرہ، مترجم و قاری ان اصطلاحات کے افہام کے بعد پورے طور پیرائے کو سمجھنے کے قابل ہو گا۔

- فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَى إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ[68] میں" وضائق به صدرك "کی توضیح اصطلاحات میں فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ جس شخص کا سینہ توحید کیلئے کھول دیا گیا ہو اور قدرت کی گواہی کیساتھ اس کے اسرار منور ہوں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ سینہ تنگ ہو یا کسی امر کی مجبوری لاحق ہو؟[69] شاید سینہ کا تنگ ہونا، امر کو آسان کرنے اور قدرت کو مکمل کرنے سے پہلے آپ ﷺ میں موجود تھا۔ پس جب آپ نے مقام فرقت سے مقام جمع کی طرف ترقی کی پھر جمع الجمع کی طرف (تب یہ معدوم ہو گئی)۔ جمع الجمع،[70] یہ وہ حالت ہے کہ وحدت (توحید)، کثرت سے منع کرے (روکے رکھے) اور (لوگوں و اشیاء کی) کثرت، وحدت سے دور نہ کرے بایں معنیٰ کہ انسان شہود میں راحت حاصل کرے اور غیر اللہ سے بے پرواہ ہو کر اسی شہود میں مستغرق ہو۔

شانِ نزول کی وضاحت:

کسی بھی تفسیر میں شان نزول کا وجود اور اس کے اعتبار سے موضوع کی تفہیم اس تفسیر کی تاثیر اور حقانیت میں اضافہ کا سبب ہوتی ہے۔ چنانچہ علی قاری اس کا اہتمام بھی فرماتے ہیں۔ واضح رہے کہ ابتدائی و آخری پاروں میں بیان شان نزول کا وجود درمیانی پاروں کی بہ نسبت قدرے کم ہے۔

- وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ کے تحت فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ نے آقا کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس کو سرگوشی کریں۔ یا بعید ہے کہ ہم اس کو اونچے سے پکاریں تب یہ آیت نازل ہوئی۔[71]
- خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً[72] کے تحت فرمایا، مروی ہے کہ وہ بولے کہ اے اللہ کے رسول! یہ ہمارے اموال ہیں جس نے ہمیں پیچھے کر دیا۔ ہماری طرف سے صدقہ وصول فرمائیں اور اس کو پاک فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے احوال میں سے کچھ بھی لینے کا حکم نہیں ہوا۔ تو یہ نازل ہوا۔[73]

قراءت میں اختلاف کی توضیح:

مفسرؒ علم قراءت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور اسی وجہ سے قاری کے لقب سے مشہور بھی ہوئے۔ آپ نے علم قراءت

پر امام جلال الدین سیوطی کی شرح الشاطبیہ کی طرز پر ایک جلد میں کتاب بنام شرح شاطبیہ اور جزریہ کی شرح بھی تالیف فرمائی۔ چنانچہ جابجا اختلاف قراء ت کے کمال مظاہر اس تفسیر میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

- وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ کے تحت فرماتے ہیں:

"لا تُسئَل "فی قراۃِ نافع بصیغۃِ النّھی لِلْمخاطِب الْمعْلُوم ای " لَا تسْئلْ "

یعنی"وَ لَا تُسْأَلُ "جو کہ مضارع منفی مجہول ہے، نافع کی قرات میں فعل نہی کا صیغہ "لا تسئلْ" پڑھا گیا ہے۔[74]

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ[75] کے بارے میں بیان کیا ہے کہ مکی اور بصری قراءت میں تینوں کے فتحہ کے ساتھ لَا بَيْعَ فِيْهِ وَلَا خُلَّةَ وَلَا شَفَاعَةَ ہے۔[76]

- أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ[77] کے تحت کہا " یرتع "کو نافع اور ابن کثیر نے بکسر العین پڑھا ہے کیونکہ یہ "ارتعی" سے بنا ہے۔ قنبل نے یاء باقی رکھی ہے اس کے بر خلاف نافع کوفیوں کے ساتھ ہیں اور اسے غائب کا صیغہ پڑھتے ہیں اور فعل کی اسناد صرف یوسف کی طرف کرتے ہیں۔[78]

معانی میں تطبیق، نقد و تبصرہ:

قرآنی آیات کے معانی اور مطالب اگر ظاہری طور پر ایک دوسرے کے خلاف ہوں تو ان میں تطبیق بھی دے دیتے ہیں تاکہ ظاہری طور پر پایا جانے والا اختلاف بھی ختم ہوجائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ** "[79] بیان کیا کہ قرآنی آیات کی دو قسمیں ہیں ان میں سے کچھ محکم ہیں جن کے معانی و مطالب بالکل واضح ہیں اور کچھ متشابہ ہیں جن کے معانی و مطالب واضح نہیں ہیں۔پھر بیان کیا کہ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کے فرمان "كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ" [80] کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ اس کا مطلب ہے الفاظ کے رائج نہ ہوسکنے اور معنٰی کے فساد سے آیات کی حفاظت کی گئی ہے۔اور نہ ہی یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کے فرمان "كِتَاباً مُّتَشَابِهاً"[81] کے منافی ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ بعض آیات فصاحت و بلاغت کی انتہا میں دوسری بعض آیات کے مشابہ ہیں۔[82]

- اس کے علاوہ جہاں کہیں اپنی رائے دینی ہو تو "قلت" کا لفظ ذکر کرتے ہوئے وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ [83] کے تحت یوں توجیح بیان کرتے ہیں۔

تفسیر سلمی میں ہے: اگر یوسف اپنے رب تعالی کے حضور جاتے اور التجاء کرتے تو یہ ان کو کفایت کرتا لیکن وہ خود اس سے پیچھا چھڑانے کو بھاگے تو محل تہمت میں آگئے۔"قلت" میں کہتا ہوں: یہ ملامت والا طریقہ جو یوسف نے اپنایا تھا، صوفیہ کا ہے کہ وہ اللہ کے اس قول "**وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ** "[84] پر عمل کرتے ہیں (وہ ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں رکھتے)۔

- رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ کے متعلق اپنی صوفیانہ رائے کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں۔

استاد قشیری فرماتے ہیں: کسی بات کی تاویل بیان کرنا خواص کے لیے ہے جبکہ تفسیر اور تنزیل عوام کے لیے ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ اختیار جس کی طرف یوسف نے اشارہ کیا اس کی دو قسمیں ہیں: ظاہری اختیار یعنی امارت اور ان کا خود پر اختیار۔ جس کی بدولت وہ نفس امارہ کی لذت کے لیے عمل نہیں کرتے۔"قلت" میں کہتا ہوں: دوسری قسم حقیقی ولایت و ملکیت ہے نہ کہ پہلی بایں طور کہ یہ عارضی

اختیار ہے جس میں بظاہر دنیا کی آسانی ہے تو آخرت میں مشقت ہے، کیونکہ اس پر حساب لیا جائے گا۔(در حقیقت یوسفؑ کی طلب نفسی اختیار تھا بایں معنی کہ اس اختیار سے دنیاوی اختیار بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث:۔

تفسیر ملا علی قاری، بالماثور و بالرائے محمود کا حسین امتزاج ہے۔ مفسر نے جہاں ماثورہ تفسیری تقاضوں کی احسن تکمیل کی وہیں پر رائے (صوفیانہ) تفسیر کے سلسلے میں نہ صرف غیر مروج نظریات سے انتہادرجہ اجتناب کیا بلکہ مفسد آراء پہ نقد کے ساتھ ساتھ تنقیح بھی کی۔ ورود و استشہاد احادیث کے سلسلے میں ماثورہ تفسیر کے تحت نہ صرف مضبوط روایات کا انتخاب کیا بلکہ اکثر جگہ پر خود ان کی صحت پر کلام کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ جبکہ صوفیانہ تفسیر کے سلسلے میں اسلاف صوفیہ مفسرین کی طرف سے مفہوم حدیث اور رائے پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو بعینیہ نقل کیے دیتے ہیں۔ ماثورہ توضیحات کے سلسلے میں صحاح ستہ پر زیادہ اعتماد کیا ہے جب کہ صوفیانہ تفسیر کے سلسلے میں حلیۃ الاولیاء کے ساتھ ساتھ اسلاف صوفی مفسرین پر اعتماد کیا ہے۔ نیز اصول و عقائد میں مرفوع روایات کا انتخاب کیا ہے جب کہ بیان قصص میں موقوف و مرسل روایات ہر بھی اعتماد کیا ہے۔

اگرچہ ملا علی قاری نے اپنے قاری ہونے کا کمال مظاہرہ اس تفسیر میں کیا اور قراءت کی مباحث کو جابجاذکر کیا۔ لیکن بجائے اس قراءت کے راوی بیان کرنے کے محض قراءت کو ان قراء کے ساتھ جوڑنے اور بجائے مختلف آراء نقل کرنے نیز ان پر نقد کرنے کے، محض ثقہ و مختار قراءت کو ذکر کر دیا۔ یہ اسلوب طوالت سے احتراز کرتے ہوئے اپنایا۔

بلاشبہ یہ تفسیر علی قاری کا علمی شہ پارہ ہے لیکن اس میں بھی اکثر سابقہ مفسرین کی طرح ابتدائی احزاب قرآنیہ میں علمی جھلک زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ محتاط اندازے کے مطابق پہلے 7 پاروں میں علمی معراج دیکھی جاسکتی ہے جب کہ یہ سلسلہ آیندہ پاروں میں کم سے کم ہوتا نظر آتا ہے۔

اس تفسیر کے مباحث واضح کرتے ہیں کہ جس طرح ملا علی قاری الھروی حدیث میں معتبر گردانے جاتے ہیں اسی طرح قرآن میں بھی کمال گرفت رکھتے ہیں۔ مذکورہ تفسیر عظیم محدث ملا علی قاری کی کمال قرآنی فکر کا عظیم مظہر ہے۔ تفسیر ملا علی قاری ظاہر و پوشیدہ معانی بیان کرنے میں "مجمع البحرین" کا مصداق ہے۔ معرفت و سلوک کے سالکین کے ساتھ ساتھ مبتدیوں کے لیے بھی گوہر نایاب ہے۔ مزید براں تفسیری ادب میں لوگوں کی اس طرف توجہ نہیں گئی۔ اگر یہ پہلے منظر عام پر آتی تو لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔

---

[1] شیخ ملا علی قاری حنفی کا پورا نام اَبو الحسن علی بن سلطان محمد نور الدین الملا الہروی القاری ہے، مشہور و معروف محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کا سن وفات 1014ھ ہے۔ آپ نہایت متقی و پرہیز گار انسان تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے، ہر سال ایک قرآن کریم خوش خط لکھتے اور اس سے حاصل ہونے والی قیمت پر سارا سال گزارہ کرتے۔ / حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ، سلم الوصول الی طبقات الفحول، استنبول: مکتبہ ارسیکا، ۲۰۱۰، ۲/ ۳۹۲

Hājī khalīfa,Mustafhā bin ābdullāh, sullām ul wāsōl Īlā tābqāt ālfahōl,istānbōl:māktbāh arĪsīkā,2010,2/392

☆ملا علی قاری کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: راقم کا مقالہ "ملا علی قاری کی سوانح عمری اور فکری میراث: ایک تنقیدی جائزہ" مجلہ انکشاف، جلد2، شمارہ6، ص188-215

Mullā aʻlĪ qārī kī swānĪh uʻmarī aur fikrī mĪrāth: aik tandĪqĪ jāĪzā, ĪnkĪshāf jounal, V2,issue6, P215-188

[2]"أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهر وبطن، إسناده حسن/ابن حبان، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب ذکر العلم التیمن اجلھا قال النبی ﷺ "وما جھلتم من علمہ فردوہ الی عالمہ، بیروت: موسسۃ الرسالہ، رقم الحدیث 75 ۔

ibn e habbān, Muhāmmād bin habbān, SahĪh ibn e habbān,bĪrut: muassĪsah al rĪsālāh,Hadith no,75

٭نقل السيوطي في الإتقان عن ابن عطاء الله في لطائف المنن ما نصه اعلم أن تفسير هذه الطائفة لكلام الله وكلام رسوله بالمعاني الغريبة ليس إحالة للظاهر عن ظاهره ولكن ظاهر الآية مفهوم منه ما جاءت الآية له ودلت عليه في عرف اللسان ولهم أفهام باطنة تفهم عند الآية والحديث لمن فتح الله قلبه وقد جاء في الحديث لكل آية ظهر وبطن /زرقانی، عبد العظیم، مناہل العرفان، بیروت: مطبع عیسی البابی الحلبی، ج2، ص79۔

ZurqānĪ,aʻbdul āzĪm, mnāhĪl ul irfān, bĪrut:māktbā Īsā ālbābĪ alhālbĪ, v2,p79

٭فعن الحسن البصريّ مرسلاً أنّ النبيّ صلى الله عليه وسلم قال : " أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية ظهر وبطن ولكل حدّ ومطلع " . وروى الطبراني أنّ عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : إنّ هذا القرآن ليس منه حرف إلا له حدّ ولكل حدّ مطلع وخرّجه صاحب المصابيح والطحاوي في الآثار وفي معنى السبعة أحرف أقوال كثيرة ليس هذا محلها/ خفاجی، احمد بن عمر، حاشیہ الخفاجی علی البیضاوی، بیروت: دار صاد، ج2، ص28

KhifājĪ,ahmad bin uʻmār, hāshiā āl khĪfājĪ āl ālbĪdhāvĪ, BĪirūt: dār sād,V2,P28

[3]ملا علی قاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، کوئٹہ، مکتبۃ المعروفیہ، ج۱، ص23

Mullā alĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān, tafsĪr mullā alĪ qārĪ, kōyttā:maktābh ālmʻarōfīā,V1,P23

[4]البقرہ:۲۵

al baqarh:25

[5]قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج1، ص:۴۷

tafsĪr mullā alĪ qārĪ,V1,P47

[6] النساء :78

al nĪsā:78

[7]الحج11

al hajj:11

[8] هود :105

Hud:105

[9]المرسلات ۳۶:۳۵،

al mursalāt:35,36

[10]القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص:26

tafsĪr mullā alĪ qārĪ,V1,P26

[11] القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الدعا، باب مایدعو من الرجل: بیروت: دار احیاء الکتب العربی، س ن، رقم الحدیث: ۳۸۶۹

al qazvĪnĪ, Muhāmmād bin yazĪd, sunān ibn Ī mājā, BĪirūt: dār ihyā āl kutub a'larbĪ, 3869

[12] البقرۃ:197

al bāqārh:197

[13] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۴

āl qusheĪrĪ, muslim bin hājjāj, sāhĪh muslim, 274

[14] النساء:69

al nisā:69

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المسند من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ۸

BukhārĪ, Muhāmmād bin ĪsmĪāl, BĪirūt: dār tōq ālnjāh,8

[16] قاری، علی بن سلطان، الجمالین للجلالین، ج1، ص72

Mullā a'lĪ qārĪ, alĪ bin sultān al jamālaĪn lil jalālynV1,P72

[17] البقرہ:150

al bāqārh:150

[18] مفاتیح الغیب، ج۴، ص:۱۲۱

MafātĪhul gaib, V4, P121

[19] القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص135

Mullā alĪ qārĪ, alĪ bin sultān, ,V1,P135

[20] الاعراف:142

al ā'rāf:142

[21] قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص:175

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P175

[22] الانعام:2

al anām:2

[23] القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص5

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P5

[24] البقرہ:97

albāqārh:97

[25] القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص96

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V1,P96

[26] الاعراف:63

al ā'rāf;63

[27] قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص:۱۵۳

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān,,V2,P135

[28]البقرۃ:۲۵۷

al baqarh:258

[29]قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج1، ص:۲۳۰

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān,,V1,P230

[30]ھود:42

Hud:52

[31]قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج1، ص:393

Mullā aʻlĪ qārĪ,aʻlĪ bin sultān,,V1,P393

[32] البقرہ:12

al baqarah:12

[33]القشیری، لطائف الاشارات، ج۱،ص:۸

al qushaarĪ, latāyf al Īshārāt,V1,P8

[34] البقرہ:30

al bqarah:30

[35]قاری ،تفسیر ملا علی قاری،ج1،ص:۱۵۳

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān,,V1,P173

[36]البقرہ:229

al baqarah:229

[37]القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص201

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān,,V1,P201

[38] الاسراء:1

al isrā:1

[39] ایضا ،ج3،ص119

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān,,V3,P119

[40]البقرہ:83

al baqrah:83

[41]القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص83

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻli bin sultān,,V1,P83

[42] البقرہ:177

al baqarah:177

[43]القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص152،

Mullā aʻlĪ qārĪ, aʻlĪ bin sultān,,V1,P152

[44] ایضا، ج 1، ص:۱۳۸

ĪbĪd,V1,P138

[45] ایضاج 1، ص:۱۰۲

ĪbĪd,V1,P102

[46] التوبہ:28

al taobah:28

[47] القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص293

Mullā a'lĪ qārĪ, 'alĪ bin sultān,,V2,P293

[48] النساء:102

al nisā:102

[49] القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص458

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P458

[50] ذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، قاہرہ: دارلحدیث، ج2، ص308

ZahbĪ,Muhammad Husain, al tafsĪr wal mufassĪrōn, qāhĪrāh: dār al hadĪth,V2,P308

[51] ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، التبیان فی اقسام القران، تحقیق فواد احمد زمرلی، بیروت: دارالکتاب العربی1994، ص90

ibn e qayyim, abu abdullah, al tibyān fi aqsām al qurān, BĪrūt:dār āl kĪtāb a'lārbĪ,1994,P90

[52] ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ترجمہ، مولوی فیروز الدین، لاہور: فیروز سنز، ۲۰۰۳، ص:۳۳

HujverĪ, a'lĪ bin uthmān,kashf ul mahjōb, translation, movĪ fīrōz ul dĪn, lahor: fĪrōz sons,2003,P90

[53] تفصیلات کے لیے راقم کا مقالہ " ملا علی قاری کا سلوب تفسیر اشاری" مجلہ الاحسان ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد شمارہ 12، ص 9-34 ملاحظہ ہو۔

Mullā a'lĪ qārĪ kā uslub e tafsĪr ishārĪ, al ihsān,V12,P9-34

[54] البقرہ:۱۷

al baqarah:17

[55] قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص:۴۲

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V1,P42

[56] البقرہ؛65

al baqarah:65

[57] القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج۱، ص:78

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V1,P78

[58] الانعام:۱۱۰

al anām:110

[59] البقرہ: ۲۲۹

Al baqarah:229

[60]البقرہ: ۷۵

Al baqarah:75

[61]الاعراف:61

al ā'rāf:61

[62]النجم، ۲

al najm:2

[63] قاری، علی بن سلطان، الجمالین للجلالین، ج1، ص402

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V1,P402

[64]ھود:59

Hud:59

[65] قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص:444

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P444

[66]النحل:16

al nahl:16

[67]القاری، علی بن سلطان، تفسیر ملا علی قاری، ج3، ص:68

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V3,P68

[68]ھود:12

Hud:12

[69]القشیری، لطائف الاشارت، ج۲: ص۳۸

al qusherĪ, lataef al Īshārāt, V2,P38

[70]ابتدائے شہود میں وہ ارادت جو انوارِ عقل کی شعاؤں پر غالب آکر انھیں مقید کرلیتی ہیں اور عقل کی قوت مدرکہ میں بے حسی پیدا کر دیتی ہیں، سکر کہلاتی ہے۔غلبات نورِ شہود جو ابتدائے شہود میں سالک کی مغلوبی کا باعث ہوتے ہیں، لیکن ان واردات کی تکرار سے سالک مغلوب الحالی سے باہر آتا ہے اور راہ سلوک میں پھر عود کرتا ہے اور حقیقت مشہود کا کما حقہ مشاہدہ کرتا ہے اور اصل سے صحیح طور پر متصل ہو کر اپنی عقل کو پھر منور پاتا ہے اور متفرقات و محسوسات میں امتیاز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور تفرقاتِ حسی اور معنوی کا اہل ہو جاتا ہے۔اس مقام کو جمع الجمع کہتے ہیں۔یہ سالک کے لیے انتہائی مقام ہے۔/ ذوقی، سید محمد، سر دلبراں، لاہور: الفیصل ناشران، 2008، ص320

ZōqĪ, sayyed Muhammad, sir e dilbarān, Lāhōr:āl faisal nāshrān,2008,P320

[71]ایضا، ج1: ص، ۱۶۲

ibĪd:V1,P162

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P175

[72]التوبہ:103

al taobah:103

[73] قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص:338

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P338

---

[74] ایضاً، ص:۱۱۳

ibĪd,P113

[75] البقرۃ:۲۵۴

Al baqarah:254

[76] تفسیر ملا علی قاری، ج1، ص:۲۲۵

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V1,P225

[77] یوسف:12

Yōusuf:12

[78] تفسیر ملا علی قاری، ج2، ص:475

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P475

[79] آل عمران:۷

Āl Īmrān:

[80] ھود:۱

Hud:1

[81] الزمر:۲۳

al zumr:23

[82] قاری، تفسیر ملا علی قاری، ج1، ص:۲۵۹

Mullā a'lĪ qārĪ, a'lĪ bin sultān,,V2,P259

[83] یوسف:25

Yōusuf:25

[84] المائدہ:54

al māidāh:54